۵

(فرمودہ ۲۸ ستمبر ۱۹۱۷ء بمقام کوٹھی شہزادہ واسدیو سنگھ شملہ)*

إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝[1]

اس عید کو جس کا ہمارے ملک میں لوگوں نے بقرہ عید نام رکھا ہوا ہے (معلوم ہوتا ہے یہاں ابتدائے اسلام میں اس عید کے دن گائیں بہت ذبح ہوتی ہوں گی) ہندو اسے بکرا عید کہتے ہیں۔ کچھ مدت ہوئی ایک ہندو اخبار نے لکھا تھا کہ مسلمان اس عید پر خواہ مخواہ ہندوؤں کو تنگ کرنے کے لئے گائے ذبح کرتے اور فساد پھیلاتے ہیں۔ اس کا تو نام ہی جو بکرا عید ہے بتا رہا ہے کہ بکرے ذبح کرنے چاہئیں۔ یہ تو اس کی عربی دانی کی حقیقت تھی۔ عربی میں اس کو عید الاضحیٰ کہتے ہیں۔ عوام میں عید الضحیٰ یعنی دوپہر کی عید مشہور ہے حالانکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عَجِّلِ الْاَضْحٰی وَ اَخِّرِ الْفِطْرَ[2] یعنی عید الاضحیٰ کو جلدی پڑھو اور عید الفطر کو دیر سے پڑھو۔

یہ عید ہمارے سلسلہ سے خاص تعلق اور مناسبت رکھتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے بھی اس عید کو ہمارے سلسلہ میں ایک خاص خصوصیت دی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی کسی جمعہ یا عید کا خطبہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ مگر ایک مرتبہ اسی عید کے موقعہ پر الہام کے ذریعہ آپ کو حکم ہوا کہ خطبہ پڑھیں۔ چنانچہ آپ نے پڑھا اور اب وہ خطبہ الہامیہ[3] کے نام سے چھپکر موجود ہے۔ تو یہ عید ہمارے سلسلہ سے ایک خاص مناسبت اور تعلق رکھتی ہے اور خدا تعالےٰ نے قرآن کریم میں اس کی مناسبت بیان فرمائی ہے جو اس طرح ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ کو عید الاضحیٰ سے مشابہت بتائی ہے اور وہ مشابہت اللہ تعالےٰ نے سورۂ کوثر میں بیان کی ہے جو مَیں نے ابھی پڑھی ہے۔ فرماتا ہے۔ إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ۔

کوثر کے اصل معنی عربی میں خیرِ کثیر کے ہیں[4]۔ اور کوثر کثرت سے نکلا ہے۔ یعنی بہت خیر۔ چنانچہ اُن محقق صحابہؓ نے جو اس بات کو سمجھتے تھے کہ کسی خاص معنوں کے ساتھ کسی آیت کے معنوں کو محدود نہیں کرنا چاہیئے۔ انہوں نے اس کے یہی معنی کئے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خیرِ کثیر دیا ہے[5]۔

---

* "نماز عید اور جُمعہ شملہ میں شہزادہ واسدیو سنگھ صاحب کی کوٹھی پر پڑھی گئی۔ پونے بارہ بجے خطبہ عید ختم ہوا۔ اس کے بعد سُنّتیں پڑھکر حضرت نے مختصر سا خطبہ جمعہ پڑھا" (الفضل ۲ اکتوبر ۱۹۱۷ء)

مگر حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے کہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ کوثر ایک نہر ہے جو جنت میں ہے اور مجھے دی گئی ہے اور یہ کوئی ضعیف و کمزور حدیثیں نہیں ہیں بلکہ صحیحین میں ہیں[٦] اور قابلِ قبول ہیں لیکن ان میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کے متعلق سعید ابن جبیرؓ نے اس طرح فیصلہ کر دیا ہے کہ جب اس نے کوثر کے معنی خیر کثیر لوگوں کے سامنے پیش کئے اور انہوں نے کہا کہ اس کے معنی تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک نہر کے کئے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ کیا حوضِ کوثر خیر نہیں ہے یا کیا وہ شر ہے[٧]۔ اس پر سب خاموش ہو گئے تو بے شک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوثر کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ وہ جنت میں ایک نہر ہے۔ اس کے بڑے بڑے فوائد ہیں۔ اس کے پانی کی بہت اعلیٰ درجے کی لذت ہے۔ یہ صحیح لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوثر سے مراد وہی نہر ہے اور کچھ نہیں ہے۔ کیونکہ عبد اللہ بن عباس[٨]ؓ جن کے تفقہ فی الدین کی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی[٩]۔ چنانچہ آپ کو ایسا علم قرآن عطا بھی ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں سب سے آگے بٹھاتے تھے اس پر بعض صحابہ کو اعتراض پیدا ہوا کہ عباسؓ کے بیٹے کو تو آگے بٹھایا جاتا ہے۔ ہمارے بیٹوں کو کیوں نہیں بٹھایا جاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کسی وقت مَیں تمھیں بتاؤں گا کہ عباسؓ کے بیٹے کو کیوں آگے بٹھایا جاتا ہے اور اَوروں کے بیٹوں کو کیوں نہیں بٹھایا جاتا۔ ایک دن جب بہت لوگ جمع تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا کہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ کا مطلب بتاؤ۔ سب نے بتایا کہ اس میں اسلام کی ترقی اور فتوحات کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ تو الفاظ سے ہی ظاہر ہے کچھ اور بتاؤ مگر کسی نے کچھ نہ بتایا۔ اس پر آپ نے ابن عباسؓ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر دی گئی ہے۔ یہ سُنکر سب نے مان لیا کہ واقعی ابن عباسؓ اس قابل ہے کہ اسے آگے بٹھایا جائے[١٠]۔ تو انہوں نے کوثر کے یہی معنے کئے ہیں[١١]۔ پھر حسن بصری[١٢] رضی اللہ عنہ جو بہت اعلےٰ درجہ کے بزرگ اور پارسا گذرے ہیں انہوں نے بھی خیر کثیر ہی معنے کئے ہیں[١٣]۔ اصل بات یہ ہے کہ اس لفظِ کوثر کے معنوں میں وہ نہر بھی شامل ہے جس کی خبر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دی ہے لیکن اَور بھی جس قدر خیر کی چیزیں ہیں وہ سب اس کے معنوں میں داخل ہیں۔ پھر بہت سے تابعین جو قرآن کریم کے مفسّر گذرے ہیں انہوں نے یہی معنے کئے ہیں[١٤]۔

اس سُورۃ میں لفظِ کوثر رکھ کر خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا ہے کہ ہم نے تجھے خیر کثیر دیا ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو چیز بھی رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ملی۔ اس کا نمونہ کسی اور جگہ نہیں پایا جاتا۔ دیکھو کتاب ملی تو وہ کہ جس کا نمونہ تمام دُنیا میں نہیں مل سکتا۔

اس کا مقابلہ وہ کتابیں بھی نہیں کر سکتیں جو الہامی کہلاتی ہیں۔ پھر انسانوں کی بنائی ہوئی کتابوں نے کیا کرنا ہے جس طرح سورج کے چڑھنے سے تمام دیئے گُل ہو جاتے ہیں اسی طرح قرآن کریم کے نازل ہونے پر باقی تمام کتابیں بے نور ہو گئیں۔ پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جو روحانی درجہ حاصل ہوا۔ وہ بھی بے نظیر کا نمونہ تھا۔ پھر آپ کو جو اخلاق عطا کئے گئے وہ بھی ایسے تھے کہ جن کا نمونہ ملنا محال ہے۔ پھر جو صحابہؓ ملے وہ بھی ایسے کہ جن کا نمونہ صفحۂ عالم سے ناپید ہے۔ کوئی قوم ان کے مقابلہ پر نہ ٹھہر سکی۔ انہوں نے اطاعت کی نوایسی کہ کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس کی جماعت نے ان جیسی اطاعت کی ہو۔ ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ فرمارہے تھے کہ کسی کو حکم دیا بیٹھ جاؤ۔ ایک صحابیؓ نے آپ کی یہ آواز گلی میں سُنی اور وہیں بیٹھ گئے اور بیٹھے بیٹھے ہی مسجد تک گئے کسی نے کہا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہاں تو حکم نہیں دیا تھا کہ تم گلی میں ہی بیٹھ گئے ہو۔ انہوں نے کہا۔ کیا معلوم ہے مسجد تک جاتے ہوئے جان نکل جائے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم بجا لانے کا موقعہ نہ ملے[۱۲]۔ پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار سے معاہدہ کیا ہوا تھا کہ اگر کوئی مدینہ پر حملہ کرے تو تم ہماری مدد کرنا، ہمارے ساتھ ہو کر لڑنا لیکن اگر ہمیں باہر جا کر حملہ کرنا پڑے تو تم نہ جانا[۱۳]۔ اس معاہدہ کے بعد کفار کی شرارتوں کی وجہ سے ضروری ہوا کہ آگے بڑھ کر ان پر حملہ کیا جائے۔ اس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا اور کہا کہ ہم باہر دشمن پر حملہ کرنے چلے ہیں آپ لوگوں کی مرضی ہے تو چلو۔ ورنہ تم نہ جانے کی وجہ سے قطعًا نہ خدا کے نہ اس کے رسول کے گناہ گار ہو گے۔ اس وقت انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! ہم لوگ موسٰےؑ کی امت کی طرح نہیں ہیں کہ آپ کو کہدیں۔ اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ[۱۴]۔ کہ جا تُو اور تیرا رب جا کر لڑتے پھرو ہم تو یہ بیٹھے ہیں۔ ہم نے آپؐ کو خدا کا سچا رسول سمجھکر قبول کیا ہے۔ پھر وہ معاہدہ کیسا ہوا کہ آپ لڑنے جائیں اور ہم گھر بیٹھے رہیں۔ ہم آپؐ کے ساتھ چلیں گے۔ اور اگر آپؐ سمندر میں کود پڑنے کا حکم دیں گے تو اس میں گھوڑے ڈال دیں گے اور آپؐ تک کوئی دشمن اس وقت تک نہیں پہنچ سکیگا جب تک ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ جائے گا[۱۵]۔ ایک ایسے صحابی جو سولہ غزوات میں شریک ہوئے وہ ایک مجلس میں اس صحابی کی یہ کلام بیان کر کے کہتے ہیں کہ کاش میں سولہ غزوات میں شامل نہ ہوا ہوتا مگر یہ بات میرے منہ سے نکلی ہوتی[۱۶]۔

پھر غزوہ حنین[۱۷] میں جب بنو ثقیفہ اور ہوازان سے مقابلہ ہوا۔ اور بعض نومسلوں یا کفار کے تکبّر کی وجہ سے کہ وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ شامل تھے مسلمانوں کو بھاگنا پڑا۔ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر میرے ساتھ بارہ ہزار مسلمان شامل ہو جائیں تو ہمیں ہاری

دُنیا کو فتح کر لوں[۲۳]۔ اور اس دن مسلمانوں کی فوج کی تعداد بارہ ہزار تھی جن میں کفار اور نئے مسلمان شدہ بھی شامل تھے[۲۴]۔ اس لئے ان میں سے بعض نے کہا کہ آج دیکھیں گے کہ کون ہمارے مقابلہ میں ٹھہر سکتا ہے۔ مدینہ والوں کو چونکہ وہ حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان کی نسبت اپنے آپ کو زیادہ بہادر اور جنگجو سمجھتے تھے اس لئے ان میں تکبر پیدا ہو گیا[۲۴]۔ مگر جب وہ آگے بڑھے تو دشمنوں نے اس ترکیب سے پے در پے تیر برسائے کہ ان کے پاؤں اُکھڑ گئے اور بھاگنے پر مجبور ہوئے ان کے گھوڑے بدک کر پیچھے کو بھاگے اور سارے لشکر میں بھاگڑ مچ گئی۔ اس وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم آگے بڑھنے لگے تو صحابہؓ نے روکا مگر آپ نہ رُکے۔ آپؐ کے ایک چچازاد بھائی نے آپؐ کے گھوڑے کو آگے کیا۔ اُسی وقت آپؐ نے عباسؓ کو حکم دیا کہ بلند آواز سے کہو کہ اے انصار! اللہ کا رسول تمہیں وعدہ یاد دلاتا ہے اس کو پورا کرو۔ ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ اس وقت معلوم نہیں گھوڑوں کو کیا ہو گیا تھا ان کی ایسی حالت تھی کہ ہم ان کے لگام کھینچتے اور اس قدر کھینچتے کہ ان کا سر دُم تک پیچھے آجاتا۔ مگر وہ واپس نہ لوٹتے اور لگام کھینچ کھینچ کر ہمارے ہاتھوں سے لہو نکل آیا۔ مگر جب ہم نے عباسؓ کی آواز سنی تو ایسا معلوم ہوا کہ گویا صُور پھونکا گیا ہے اس وقت ہم نے گھوڑوں کو واپس موڑنے کے لئے بڑی کوشش کی اور جو نہ مُڑتے ان کی تلوار سے گردن کاٹ کر ہم پیدل واپس لوٹ آئے[۲۵]۔

تو ایسے وفادار اور جاں نثار آپؐ کے صحابہ تھے۔ پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ[۲۶]۔ مَیں اپنی امت کی کثرت پر قیامت کے دن فخر کروں گا تو ہر وہ چیز جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دی گئی کثیر ہی دی گئی اور ہر رنگ میں خدا تعالےٰ نے آپؐ کو کوثر دی لیکن اس کوثر کے ماتحت دو معنی خاص طور پر ہیں ایک تو وہ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائے ہیں کہ مجھے ایک نہر دی گئی ہے جس کا نام کوثر ہے۔ دوسرے وہ جو لُغت میں آئے ہیں۔ لُغت میں کوثر کے معنے ہیں الرجل کثیر العطاء[۲۷] ایسا آدمی جو بڑا سخی ہو اور جس کو سب طرح کی خیر ملی ہو۔ تو اس کے وسیع معنے تو یہ ہوئے کہ ہم نے تجھے خیرِ کثیر دی ہے۔ اور اس کے ماتحت جنت والی نہر بھی آجاتی ہے۔ اور یہ بھی کہ آپؐ کو ایک ایسا بیٹا اور انسان دیا گیا جو بڑا سخی ہے۔

بہت سی حدیثوں میں آیا ہے کہ کفار نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ابتر کہا[۲۸] اور ان کے اس اعتراض پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔ اب اگر اس سورۃ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی بیٹے کی بشارت نہیں دی گئی تو پھر اس کے معنی ہی نعوذ باللہ لغو ہو جاتے ہیں اور اُلٹا اعتراض ہوتا ہے کہ کہا تو یہ گیا ہے کہ اس کا کوئی بیٹا نہیں ہے۔ مگر جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اس کو ایک نہر

دی گئی ہے۔ گو کسی رنگ میں یہ بھی جواب ہو مگر بظاہر یہ خیال آتا ہے کہ صرف نہر کا مراد لینا دشمنوں کے سوال کو رد نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر کوثر کے معنی خیر کثیر کئے جائیں تو سب باتیں اس میں آجاتی ہیں اور اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ خدا نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سب کچھ دیا ہے۔ اور کسی خیر اور بھلائی کے دینے میں کمی نہیں کی۔ اور اگر اس کے معنی صرف نہر کے کئے جائیں تو یہ ایک بے معنی کلام بن جاتا ہے۔ اور ایسی ہی بات بن جاتی ہے کہ کسی نے ایک شخص کو کہا کہ تو نے اپنے کھیت کو باڑ ٹیڑھی کیوں دی ہے تو اس نے کہا تو نے بھی تو اپنی لڑکی کا نکاح کیا ہی تھا۔ مگر خدا تعالے کے کلام کے متعلق ایسا خیال نہیں کیا جا سکتا۔ پھر اس سے اس کے معنی صاف ہو جاتے ہیں کہ عربی میں یہ محاورہ ہے کہ بتر الرجل یعنی ایک ایسا شخص جس کی اولاد نرینہ نہ ہو یا نہ رہے اور یہ بھی کہ اس انسان میں کوئی خیر اور بھلائی نہ ہو۔ ان دونوں باتوں کا جواب خدا تعالے نے یہ دیا ہے کہ ہم نے تجھے کوثر عطا کی ہے۔ اس بات کا ثبوت کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کفار یہ اعتراض کرتے تھے کہ آپؐ ابتر ہیں اس سے بھی مل سکتا ہے کہ کعب بن اشرف جب مکہ میں گیا اور وہاں کے لوگوں نے اسے کہا کہ انت سید المدینۃ و ھذا الرجل صابی المبتر کہ تو مدینہ کا سردار ہے اور یہ شخص (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) جو ابتر ہے وہ اچھا ہے یا ہم۔ تو اس نے کہا کہ تم اچھے ہو تو کفار کے اس اعتراض کے متعلق خدا تعالے فرماتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے جو تجھے کہتا ہے کہ تیرے اندر کوئی خیر نہیں یا تو کوئی نرینہ اولاد نہیں رکھتا۔ ہم نے تو تجھے ہر قسم کی خیر اور بھلائی دی ہے اور اولاد بھی ایسی دی ہے جیسی اور کسی کو نہیں دی۔ عربی میں بتر الرجل اس شخص کو کہتے ہیں جس کا کوئی لڑکا نہ ہو۔ خواہ لڑکیاں کتنی ہوں۔ چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی لڑکیاں تو تھیں مگر باوجود اس کے طبری میں آیا ہے۔ کہ جب آنحضرت صلعم کے صاحبزادہ ابراہیم کی وفات ہوئی تو کفار نے آپؐ کو بتر الرجل کہا جس سے ان کی یہی مراد تھی کہ آپ کوئی نرینہ اولاد نہیں رکھتے پس اس اعتراض کے جواب میں جب اللہ تعالے فرماتا ہے اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ تو ضرور ہے کہ اس میں اولاد کے متعلق اعتراض کا ہی جواب ہو اور پھر اس میں عطائے خیر کی خبر بھی دی گئی ہو پس اللہ تعالے نے اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ ہم نے تجھے ایسی خیر کثیر عطا کی ہے جو اسی دنیا میں ختم ہونے والی نہیں ہے بلکہ جنت میں بھی جاری رہے گی۔ یہ معنے کرنے سے کفار کا اعتراض رد ہو جاتا ہے اور یہی درست ہیں۔ گویا ان کو کہا گیا ہے کہ اگر تم یہ کہتے ہو کہ اس میں کوئی خیر نہیں تو یہ غلط ہے ہم نے تو اسے اتنی خیر عطا کی ہے کہ جو نہ صرف اس دنیا تک محدود ہے بلکہ آخرت میں بھی جائے گی اور اگر کہو کہ اس کی اولاد نہیں تو ہم اسے ایک ایسا بیٹا دیں گے۔

جو بہت نیک اور بڑا سخی ہوگا۔ اب ہم کو دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون ہے جس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بیٹا قرار دیا گیا ہے۔ اگر یہاں ہم عقل و فکر سے کام لیں اور قرآن کریم کو سامنے رکھیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس آیت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جس اولاد کا ذکر کیا گیا ہے وہ جسمانی نہیں بلکہ روحانی ہے کیونکہ جسمانی اولاد کے متعلق تو خدا تعالے صاف طور پر فرما چکا ہے کہ یہ نبی تم میں سے کسی کا باپ نہیں ہے[۳۲]

اب جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جسمانی اولاد کی خبر نہیں دی گئی بلکہ روحانی کی دی گئی ہے تو یہ بات باقی رہ گئی ہے کہ یہ خبر کس زمانہ اور کس وقت میں پوری ہونی چاہیئے تو یہ صاف بات ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کفار کا روحانی اولاد کے سلسلہ کے نہ چلنے کے متعلق اعتراض نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ اس وقت ابو بکرؓ۔ عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور بہت سے اعلیٰ شان اور درجہ کے صحابہؓ موجود تھے۔ اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد روحانی سلسلہ کو جاری رکھ سکتے تھے چنانچہ انہوں نے جاری رکھا۔ تو یہ اعتراض اسی وقت ہو سکتا تھا جبکہ یہ خطرہ ہو کہ روحانی نسل کا سلسلہ منقطع ہو جائیگا اس لئے ایسے ہی زمانہ کے متعلق یہ خبر ہے کہ جس کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس وقت مسلمان یہودی اور نصاریٰ ہو جائیں گے[۳۳]۔ پس جس زمانہ میں مسلمان یہودی اور نصاریٰ ہو گئے تو پھر یہ صاف بات ہے کہ اس وقت وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانی اولاد نہیں ہو سکتے۔ اسی وقت یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ پھر ان کی روحانی اولاد کا سلسلہ کس طرح چلیگا اس کا جواب خدا تعالے نے یہ دیا ہے کہ اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ۔ ہم تجھے اس وقت ایک ایسا بیٹا دیں گے جس سے روحانی نسل چلے گی۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب مسیح آئے گا تو وہ لوگوں کو اس قدر مال دے گا کہ کوئی قبول نہیں کرے گا۔ یعنی وہ اس قدر سخی ہوگا کہ ساری دنیا پر اس کی سخاوت پھیل جائے گی۔ اس کے متعلق یُفِیْضُ الْمَالَ[۳۴] بھی آیا ہے اور یَفِیْضُ الْمَالُ[۳۵] بھی کہ وہ خوب مال لٹائے گا اور لوگوں کو خوب مال ملے گا۔ مگر لوگ نہیں لیں گے ہاں اس کی طرف سے دینے میں کوئی کوتاہی نہ ہو گی تو گویا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے امت محمدیہ میں آنے والے مسیح کا نام دوسرے لفظوں میں کوثر رکھا ہے کیونکہ کوثر کے معنے بہت بڑے سخی کے بھی ہیں۔ اور مسیح کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ اس قدر سخاوت کرے گا کہ لوگ قبول نہیں کرینگے عام طور پر سخی اس کو کہا جاتا ہے جس سے کوئی مانگے اور وہ دے۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت مسیح کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ خود لوگوں کے پاس جا کر مال دے گا۔ نہ یہ کہ جب

اس سے مانگنے آئیں گے تو دے گا۔ یہ بہت بڑھ کر سخاوت ہے اور یہ صرف حضرت مسیح کے متعلق ہی فرمایا ہے اور کسی کے متعلق نہیں فرمایا۔ اور ایسے ہی آدمی کو کوثر کہہ سکتے ہیں۔ تو اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ میں مسیح موعود کی آمد کی پیشگوئی کی گئی ہے۔

پھر دیکھئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ سلمان منا اھل البیت کہ سلمان میرے اہل بیت سے ہیں۔ یہاں سوال ہوتا ہے کہ جس طرح سلمانؓ فارسی صحابی ہونے کی وجہ سے اہل بیت تھے تو اسی طرح تو اَور صحابہ بھی اہل بیت ہیں سے ہی تھے پھر ان کے متعلق خاص طور پر کیوں کہا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے ایک بیٹے کا وعدہ دیا گیا تھا اور وہ حضرت سلمان فارسیؓ کی نسل سے ہونا تھا اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا اہل بیت قرار دے کر یہ بتایا ہے کہ وہ میرا ہی بیٹا ہوگا تو اس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک فارسی النسل کو اپنا بیٹا قرار دیا ہے پس ان سب باتوں کو پیش نظر رکھنے سے کہ

(۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر کہ مسلمان بالشت بالشت یہود و نصارٰی کی اتباع کریں گے یعنی پورے پورے یہودی اور عیسائی بن جائیں گے، بتا دیا ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا جبکہ روحانی سلسلہ منقطع ہونے کے اسباب پیدا ہو جائیں گے۔

(۲) یہ کہ حضرت مسیح کے متعلق یَفِیْضُ الْمَالَ فرما کر پیشگوئی کی ہے کہ مجھے ایک ایسا روحانی بیٹا دیا جائے گا جو بڑا سخی ہوگا اور وہ میری روحانی نسل کو منقطع ہونے سے بچالے گا۔

(۳) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کفار کا ابتر ہونے کا اعتراض کرنا اور اس کے جواب میں خدا تعالےٰ کا اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ فرمانا۔

(۴) کوثر کے معنی لغت میں بہت بڑے سخی کے ہونا۔ ان سب باتوں سے پتہ لگتا ہے کہ یہاں حضرت مسیح موعودؑ ہی مراد ہیں لیکن اگر کوثر کے معنی محدود کر دیئے جائیں اور اس سے صرف بہشت کی نہر سمجھی جائے تو یہ ایسی ہی بات ہو گی کہ اعتراض کچھ کیا تھا اور جواب کچھ اَور دیا گیا ہے جس کا اعتراض سے بالکل کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی عقل مند اسے اس اعتراض کا جواب کہہ سکتا ہے۔ پس اس وجہ سے کوثر کے ایسے معنے کرنا ضروری ہیں کہ جن سے بیٹا مراد ہو مگر باوجود اس کے ہم کوثر کے معنی کو اسی پر محدود نہیں کر سکتے۔ بلکہ یہی کہتے ہیں کہ کوثر سے جس طرح اس نہر کی طرف اشارہ ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہے اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک روحانی بیٹے کی طرف بھی اس میں اشارہ ہے۔

پھر دیکھئے اللہ تعالیٰ اس بات کو اور کھولتا ہے۔ فرماتا ہے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔
پس اپنے رب کی عبادت کر اور قربانی دے۔ یہ عبادت اور قربانی بیٹے ہی کی پیدائش کی خوشی
میں بتائی گئی ہے۔ اور نبی ایسے موقعہ پر بھی خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے اور قربانی دیتے ہیں۔
قرآن کریم میں حضرت زکریاؑ کے متعلق آیا ہے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ سے دُعا کی ہے کہ مَیں بے اولاد
ہوں مجھے اولاد عطا کی جائے اور یہ دعا روحانی اولاد کے متعلق ہی تھی نہ کہ جسمانی اولاد کے
لیئے۔ چنانچہ آپ کہتے ہیں کہ مجھے ایسا بیٹا عطا کیا جائے جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔
چونکہ انہیں خطرہ تھا کہ میرے بعد روحانی سلسلہ مٹ جائے گا، اس لئے روحانی بیٹے کی دعا
کی ہے۔ اس پر خدا تعالیٰ نے آپ کو بیٹا دیا۔ پھر آپ پوچھتے ہیں کہ الٰہی میں اس نعمت کے شکریہ
میں کیا کروں۔ اس کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تین دن روزے رکھو۔ انہوں نے خود روزے
رکھے اور دوسروں کو عبادت کرنے کی تلقین کی۔ چنانچہ ان کے متعلق قرآن کریم میں آیا ہے۔
اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا۔ تو اولاد کی خوشخبری پر نبی خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے
اور نماز پڑھتے ہیں۔ اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ
کی خوشخبری سنانے کے بعد فرمایا فَصَلِّ لِرَبِّكَ کہ اس کے شکریہ میں اپنے رب کی عبادت
کرو۔ وَانْحَرْ قربانی دو۔ یہ بھی صاف بات ہے کہ بیٹے کی پیدائش پر عقیقہ کیا جاتا ہے۔ اسی
لئے فرمایا کہ ہم نے تجھے کوثر دی ہے۔ پس اس نعمت کے ملنے پر خوب عبادت کرو اور قربانیاں دو۔
ایک زمانہ آئے گا جبکہ لوگ تمہیں بے اولاد بنانے کی کوشش کریں گے اور ساری دنیا تمہاری
روحانی اولاد کے سلسلہ کو منقطع کرنا چاہے گی اور اب بھی تم پر بے اولاد ہونے کا اعتراض کیا جاتا
ہے مگر تمہیں ایک ایسا بیٹا دیا جائے گا کہ جو تیرے دشمنوں کو ان کی کوششوں میں ناکام و
نامراد رکھے گا۔ تیرا دشمن تیرے بعد تیرہ سو سال زور مارتا رہے گا اور ایک حد تک اپنی کوشش
میں اسے کامیابی بھی نظر آئے گی۔ مگر اس وقت تمہیں ایسا بیٹا دیا جائے گا کہ جس کی وجہ سے
تیرے دشمن ابتر ہو جائیں گے اور شیطان اپنے منصوبوں میں ناکام ہو جائے گا۔ چنانچہ یہ ایک
پیشگوئی ہے کہ حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں شیطان اپنی پوری قوت اور طاقت سے اپنا
آخری حملہ کرے گا مگر ناکام رہے گا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا
ہے کہ ایک وقت آئے گا جبکہ ساری دنیا کا مذہب اسلام ہو جائے گا۔

ان سب باتوں سے پتہ لگتا ہے کہ اس سورۃ میں حضرت مسیح موعود کی بعثت کی پیشگوئی
کی گئی ہے نیز اسے عید اضحیٰ سے مشابہت دی گئی ہے کیونکہ اس میں نماز پڑھنے اور قربانی
دینے کا حکم ہے۔ اور یہی وہ عید ہے جس کے موقعہ پر نماز پڑھی اور قربانی دی جاتی ہے۔ پس

اس طرح اس عید کو حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ جس طرح اس میں مومن کے لئے ضروری ہے کہ نماز پڑھے اور قربانی دے۔ اسی طرح مسیح موعودؑ کے زمانہ میں مومنوں کا فرض ہوگا کہ خوب خدا تعالیٰ کی عبادت کریں اور قربانیاں دیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ مسیح موعودؑ کے آنے کے وقت ان کو ایک ایسا انعام دیا جائے گا کہ اس کے شکریہ میں وہ اپنے رب کے حضور جس قدر بھی ہوسکے عبادت کریں۔ یہاں پہلے عبادت کرنے کا حکم دیا ہے یعنی انسان پہلے اپنے نفس کی اصلاح کرے اور پھر قربانی کرے یعنی دوسروں کی اصلاح کی کوشش کرے۔ اس میں اُسے جو کچھ خرچ کرنا پڑے کرے۔ اصل قربانی نفس کی ہی ہوتی ہے اور اسی کو کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔

تو اس آیت میں خدا تعالیٰ نے دو اشارے فرمائے ہیں ایک یہ کہ وہ زمانہ خوشی کا زمانہ ہوگا۔ اور مومنوں کو اس میں خاص طور پر خوشی کا اظہار کرنا چاہیئے کیونکہ اگر کوئی ایسا نہ کرے تو گویا وہ خدا تعالیٰ کے اس فضل کو رد کر دیتا ہے اور اس طرح کرنے والے سے خدا تعالیٰ وہ انعام چھین لیتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ کہ اگر تم میرے انعامات پر شکر کرو تو میں اُسے بہت بڑھا دوں گا۔ اور اگر ناشکری کرو تو یاد رکھو کہ میرا عذاب بھی بہت سخت ہے۔ تو جو انسان خدا تعالیٰ کے انعام کی قدر نہیں کرتا اس سے چھین لیا جاتا ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے اپنا ایک خاص فضل اور انعام قرار دیا ہے۔ اگر اس انعام کے ملنے پر خوشی کا اظہار نہ کیا جائے گا تو اس سے محروم کر دیا جائے گا۔ تو خدا تعالیٰ نے یہاں یہ بتایا ہے کہ تمہارا فرض صرف مسیح موعود کو ماننا ہی نہیں بلکہ اس پر خوشی اور فخر کرنا بھی ضروری ہے۔ اور وہ ایسی خوشی ہونی چاہیئے جیسی کہ کسی کو اپنے گھر بیٹا ہونے کے وقت ہوتی ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ مسیح موعود تمہارے رسولؐ کے ہاں روحانی بیٹا پیدا ہوا ہے۔ پس تم کو ایسی خوشی کرنی چاہیئے کہ تمہارے چہروں سے اس کا پتہ لگے۔ تمہاری حرکات و سکنات سے معلوم ہو کہ تم مسیح موعود کو مان کر بہت خوش ہو۔ لیکن اگر کوئی مسیح موعود کو ماننے کا دعویٰ کرتا ہے مگر اس کے اعمال اور افعال اس کے چہرہ مُہرہ سے، اس کی بات چیت سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اسے خوشی ہے تو گویا اس نے مسیح موعود کو قبول ہی نہیں کیا اور اسے کچھ حاصل ہی نہیں ہوا۔ کیونکہ جس کو کوئی انعام ملتا ہے اس کی خوشی کی علامات اور آثار ضرور اس میں پائے جاتے ہیں۔ تو فرمایا کہ اگر تم مسیح موعود کو خدا کا انعام سمجھتے ہو تو تمہارے اعمال، افعال، گفتگو اور بشرہ سے اس انعام کی خوشی کے علامات کا پتہ لگنا چاہیئے

اور ہمیں مسیح موعود کی بعثت پر خوب خوشیاں کرنا چاہئیں اوّل تو ہر احسان اور انعام پر خوشی کا اظہار کرنا چاہیئے مگر یہ تو ایسا انعام ہے کہ جس کے متعلق خود خدا تعالےٰ خوشی کرنے کا ارشاد فرماتا ہے۔ پھر سوچ لو کہ کس قدر خوشی کرنا چاہیئے۔

پھر دوسرا اشارہ اس آیت میں یہ ہے کہ اس زمانہ میں یہ ضروری ہوگا کہ دعائیں بہت کثرت کے ساتھ کی جائیں اور خوب قربانیاں کی جائیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانی اولاد پھیل جائے گی اور آپ کے دشمنوں کی نسل منقطع ہو جائے گی اور وہ ابتر ہو جائیں گے ان کی روحانی اولاد باقی نہ رہیگی کیونکہ سب جگہ مومن ہی مومن پھیل جائیں گے۔

ہمیں اس آیت سے یہ فائدہ اور یوم عید سے یہ نتیجہ اخذ کرنا چاہیئے کیونکہ یہ عید ہمیں یاد دلاتی ہے کہ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ پر عمل کریں۔ پس ہماری جماعت کا فرض ہے کہ خوب دعائیں کرے اور قربانیوں میں لگی رہے۔

قربانیوں میں سب سے ضروری اپنے نفس کی قربانی ہے اس کے کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ اور دوسری بھی ہر قسم کی قربانیوں سے دریغ نہ ہونا چاہیئے۔ جب یہ ہوگا تو اس وقت ہماری کامیابی یقینی ہے کیونکہ اسی وقت ہمارا دشمن ابتر ہوگا اور اسکی نسل منقطع ہو جائیگی یہاں خدا تعالےٰ نے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کے بعد اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ رکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ کی عبادت اپنے نفس کی اصلاح کرنے اور قربانیاں دینے کے بعد دشمن ابتر ہوگا

تو اللہ تعالےٰ نے ہمارے دشمنوں کے ناکام ہونے کے ساتھ یہ شرط لگا دی ہے اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اس حکم کے ماتحت اپنے نفس کی خاص اصلاح کریں اور قربانیاں دیں اپنے خیالات، اپنے اموال، اپنی اولاد، اپنے رشتہ دار اور اپنے نفس کی۔ غرضیکہ جو قربانی بھی کرنی پڑے، کریں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کہتا ہے کہ یہ قربانی کرنے کا زمانہ ہے۔ پس یہ عید ہمیں اس طرف متوجہ کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ جس طرح اس دن تم بکروں وغیرہ کو ذبح کرتے اور ان کی گردنوں پر چھری رکھتے ہو۔ اسی طرح اپنے مالوں اور جانوں کو قربان کرو تاکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانی نسل بڑھے اور آپ کے دشمن ابتر ہوں۔

پس میں یہاں کی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں۔ جو لوگ بیٹھے ہیں وہ سن لیں اور باقیوں کو انشاء اللہ اخبار کے ذریعہ سے یہ باتیں پہنچ جائیں گی۔ بہت لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے مسیح موعودؑ کو مان لیا ہے اب ہمیں کچھ کرنے کی کیا ضرورت ہے' ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس طرح خدا تعالیٰ

خوش نہیں ہو گا۔ خوش اسی وقت ہو گا جبکہ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ پر عمل کیا جائے گا اور اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے حضور گرا دیا جائے گا اور ہر ایک قربانی کی جائے گی لیکن اگر یہ نہیں تو پھر کچھ نہیں۔ پس ہماری جماعت کے لوگوں کو چاہیئے کہ اپنے فرائض سمجھیں اور ایک طرف اپنے اخلاق و عادات، اعمال و افعال، تقویٰ و طہارت میں ترقی کریں تو دوسری طرف ہر ایک قربانی کریں۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص دوسرے انسان کے احسان کے مقابلہ میں کہدے کہ میں نے بہت قربانی کر دی ہے مگر اللہ تعالیٰ کے کسی فضل اور انعام کے مقابلہ میں کوئی بڑی سے بڑی قربانی ایسی نہیں جو پیش کی جا سکے۔ اس کے لئے تو اگر خدا کے لئے جان و مال، بیوی بچے، عزیز و رشتہ دار بھی قتل کرا دینے پڑیں تو پھر بھی کچھ نہیں۔ ایک شاعر تھا تو بے دین مگر اس کا ایک شعر مجھے بہت پسند ہے کہتا ہے ؎

جان دی۔ دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

تو دنیا میں ایک انسان کے مقابلہ میں انسان قربانی کر کے اس کا بدلہ اتار سکتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے خاص بندوں کے احسانات اور انعامات کہ وہ بھی خدا ہی کی طرف سے ہوتے ہیں ان کے مقابلہ میں کوئی انسانی قربانی ایسی نہیں جو کچھ حیثیت رکھتی ہو کیونکہ اس کے انعام اس قدر عظیم الشان ہوتے ہیں کہ جن کا شکریہ ادا ہی نہیں ہوتا۔ اس لئے انسان جو بھی قربانی کرے وہ کم اور تھوڑی ہے مگر کئی لوگ ایسے ہیں جو کچھ خدمتِ دین کر کے یا چندہ دے کر خوش ہو جاتے ہیں کہ ہم نے بہت کچھ کر لیا ہے۔ پھر اگر ان سے چندہ مانگا جائے تو اعتراض کرتے ہیں کہ ہر وقت چندہ ہی مانگا جاتا ہے، ہم پہلے جو دے چکے ہیں۔ لیکن ان کو دیکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کے مقابلہ میں کیا قربانی کی ہے۔ وہ تو اگر اپنا سب کچھ بھی خدا کی راہ میں دے دیتے تو پھر بھی احسان ادا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو کچھ انسان کے پاس ہوتا ہے، وہ سب کچھ خدا تعالیٰ کا ہی دیا ہوا ہوتا ہے اگر وہ سارا ہی لے لے تو انسان کیا کر سکتا ہے۔ مگر یہ بھی اس کا احسان اور رحم ہے کہ اپنی راہ میں خرچ کرنے کے لئے کچھ ہی کہتا ہے اور باقی ہمارے پاس رہنے دیتا ہے تو اس قسم کے خیالات شیطانی خیالات ہوتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ مومن کو چاہیئے کہ جس قدر بھی اس سے ہو سکے، قربانی کرے لیکن ہو سکنے کا فیصلہ اپنے دل سے نہیں کرنا چاہیئے بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس وقت دین کو کس قدر قربانی کی ضرورت ہے۔ اور وہ اس سے کیسی قربانی کا مطالبہ کر رہا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی دینی ضرورت ایسی نہیں پیدا کی جاتی کہ جس کے پورا کرنے کے لئے اس وقت کے لوگوں میں طاقت اور ہمت نہ ہو بلکہ ایسی ہی پیدا کی جاتی ہے جس کو لوگ

پورا کر سکیں اس لئے دین کی ضرورت کو دیکھکر قربانی کرنا چاہیئے اور یہ وسوسہ ہرگز دل میں نہ آنے دینا چاہیئے کہ ہم نے بہت کچھ کرلیا ہے۔ اب کرنے کی ضرورت نہیں ہے یا ہم کر نہیں سکتے۔
اللہ تعالےٰ ہماری جماعت کو توفیق دے کہ اس زمانہ کو سمجھیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ جو خدا تعالےٰ کا ہم پر فضل ہوا ہے اور ہم پہ جو انعامات کے دروازے کھولے گئے ہیں ان کا شکریہ ادا کر سکیں اور جہاں تک ہو سکے ہر رنگ میں قربانی کرنے کی خواہش اور موقعہ نصیب ہو اور کچھ خدمت دین کر کے اس پر فخر اور ناز نہ ہو بلکہ اس پر بھی خدا تعالےٰ کا شکریہ ادا کریں کہ اس نے ہمیں اپنے فضل و کرم سے اس کے کرنے کی توفیق دی ہے۔

(الفضل ۷ر اکتوبر ۱۹۱۷ء صـ۶ تا ۱۰)

۱؎ ۔ الکوثر ۱۰۸ : ۲تا۴

۲؎ ۔ مشکوٰۃ المصابیح باب صلوٰۃ العیدین صـ۱۲۷ مطبوعہ دہلی ۱۹۳۲ء ۔ نیل الاوطار امام شوکانی جلد ۳ صـ۱۷۶، ۱۷۷

۳؎ ۔ ۱۱ر اپریل ۱۹۰۰ء مطابق ۱۰ر ذوی الحجہ ۱۳۱۷ھ کو عید الاضحی کی نماز ادا کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الٰہی تصرف کے ماتحت عربی زبان میں ایک نہایت فصیح و بلیغ فی البدیہہ خطبہ ارشاد فرمایا یہ خطبہ بعد میں خطبہ الہامیہ کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوا۔ اس میں پہلا حصہ الہامی ہے اور اور ایک زبردست اعجازی نشان ہے باقی چار ابواب آپ نے بعد میں رقم فرمائے۔ اس خدائی نشان کی تفصیل کے لئے دیکھیں حقیقۃ الوحی صـ۳۶۲ ، صـ۳۶۳

۴؎ ۔ مفردات امام راغبؒ ۔ فتح البیان مصری جلد ۱۰ صـ۳۴۷

۵؎ ۔ تفسیر کبیر امام رازی جلد ۸ صـ۴۹۵

۶؎ ۔ صحیح بخاری کتاب التفسیر باب سورۂ کوثر ۔ صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب حجۃ من قال البسملۃ اٰیۃ من اول کل سورۃ

۷؎ ۔ صحیح بخاری کتاب التفسیر باب سورۂ کوثر ۔ تفسیر کبیر امام رازی جلد ۸ صـ۴۹۷

۸؎ ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ۔ بنو ہاشم ۔ اسلام ۳ سنہ قبل ہجرت ۔ وفات ۶۸ھ یا ۷۰ھ

۹؎ ۔ صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ ۔ صحیح بخاری کتاب المناقب باب مناقب ابن عباسؓ

۱۰؎ ۔ صحیح بخاری کتاب التفسیر باب سورۂ نصر۔

۱۱؎ ۔ تفسیر ابن کثیر حاشیہ تفسیر فتح البیان جلد ۱۰ صـ۳۰۵

۱۲؎ ۔ حضرت حسن بصریؒ (۲۱ھ ۔ ۱۱۰ھ) مشہور تابعی اور علوم ظاہری و باطنی میں یگانۂ روزگار عالم تھے۔

۱۳ه - تفسیر ابن کثیر حاشیہ تفسیر فتح البیان جلد ۱۰ صفحہ ۳۰۵

۱۴ه - تفسیر ابن کثیر حاشیہ تفسیر فتح البیان جلد ۱۰ صفحہ ۳۰۶

۱۵ه - حضرت ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن مسعودؓ - بنو تمیم - وفات ۳۲ھ بعمر ۶۰ سال (طبقات ابن سعد ۱۱۰/۳ تاریخ کامل ابن اثیر ۱۳۰/۳)

۱۶ه - سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ باب الامام یکلم الرجل فی خطبتہ

۱۷ه - السیرۃ الامام ابن ہشام الجزء الاول صفحہ ۱۲۹

۱۸ه - المائدۃ ۵ : ۲۵

۱۹ه - حضرت مقداد بن عمروؓ نے مہاجرین کی طرف سے اور حضرت سعد بن معاذؓ نے انصار کی طرف سے یہ الفاظ کہے تھے۔ السیرۃ الامام ابن ہشام الجزء الثانی صفحہ ۱۲-۱۳ - صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ مائدہ وکتاب المغازی باب غزوہ بدر۔

۲۰ه - صحیح بخاری کتاب المغازی ابواب غزوہ بدر۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۱۷ صفحہ ۸

۲۱ه - یہ غزوہ ۸ھ میں ہوا۔ حنین مکہ اور طائف کے درمیان ذی المجاز کے پہلو میں ایک وادی کا نام ہے (معجم البلدان جلد ۳ صفحہ ۳۵۴)

۲۲ه - تمام مستند تواریخ میں یہ روایت اس طرح بیان ہوتی ہے۔ فلما رآی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرۃ من معہ قال لن نُغلب الیوم قِلّۃ" (تاریخ کامل ابن اثیر ۲۶۲/۲)

۲۳ه - السیرۃ الامام ابن ہشام جلد ۳ صفحہ ۹ ذکر غزوہ حنین

۲۴ه - التوبۃ ۹ : ۲۵

۲۵ه - السیرۃ الامام ابن ہشام جلد ۳ صفحہ ۱۰ - صحیح مسلم کتاب الجہاد باب غزوہ حنین

۲۶ه سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب تزویج ابکار - جامع ترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی فضل الطہور سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب ماجاء فی فضل النکاح

۲۷ه - مفردات امام راغب زیر لفظ کوثر - تفسیر کبیر امام رازی جلد ۸ صفحہ ۴۹۸

۲۸ه - طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۸۵ مطبوعہ لیدن Leiden ۱۳۲۲ھ تفسیر درمنثور جلد ۶ صفحہ ۴۰۳

۲۹ه - تاج العروس جلد ۳ صفحہ ۲۵۱

۳۰ه - تفسیر دُرِّ منثور جلد ۶ صفحہ ۴۰۳

۳۱ه - غالباً سہو کتابت ہے تاریخ طبری یا تفسیر طبری میں ذکر نہیں البتہ تاریخ کی بعض دیگر کتب سے آنحضرتؐ کے بیٹے قاسم کی وفات پر ابتر کہنا ثابت ہے۔

۳۲ه - الاحزاب ۳۳ : ۴۱

۳۳ه - حضرت ابوبکر عبد اللہ ابن ابی قحافہ - بنو تمیم - خلیفۃ الرسول الاوّل خلافت ۱۱ھ / ۶۳۲ء وفات ۱۳ھ / ۶۳۴ء۔

۳۴۔ حضرت عمرؓ بن الخطاب۔ بنو عدی۔ خلیفۃ الرسول الثانی۔ خلافت ۱۳ھ / ۶۳۴ء وفات ۲۳ھ / ۶۴۴ء

۳۵۔ حضرت عثمانؓ بن عفان۔ بنو عبد الشمس۔ خلیفۃ الرسول الثالث خلافت ۲۳ھ / ۶۴۴ء وفات ۳۶ھ / ۶۵۶ء۔

۳۶۔ حضرت علیؓ ابن ابی طالب۔ بنو ہاشم۔ خلیفۃ الرسول الرابع۔ خلافت ۳۶ھ / ۶۵۶ء وفات ۴۰ھ / ۶۶۱ء۔

۳۷۔ حضرت ابو محمد طلحہؓ بن عبید اللہ۔ بنو تمیم۔ عشرہ مبشرہ میں سے ایک تھے ۳۶ھ جنگ جمل میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

۳۸۔ حضرت ابو عبد اللہ زبیرؓ بن العوام۔ القرشی الاسدی۔ عمۃ رسولؐ حضرت صفیہ کے صاحبزادہ اور عشرہ مبشرہ میں سے ایک تھے۔ وفات ۳۶ھ

۳۹۔ صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب ما ذکر عن بنی اسرائیل۔ صحیح مسلم کتاب العلم باب اتباع سنن الیہود والنصاریٰ

۴۰۔ صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ بن مریم۔

۴۱۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ بن مریم حاکماً بشریعۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم

۴۲۔ حضرت ابو عبد اللہ سلمان الخیر الفارسیؓ۔ اسلام ۱ھ۔ وفات ۳۵ھ

۴۳۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد ۲ ص ۳۳

۴۴۔ مریم ۱۹ : ۶-۷

۴۵۔ مریم ۱۹ : ۱۱

۴۶۔ مریم ۱۹ : ۱۲

۴۷۔ تبلیغ رسالت جلد ۶ ص ۹

۴۸۔ ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۵ مطبوعہ لاہور

۴۹۔ روحانی خزائن (خطبہ الہامیہ) جلد ۱۶ ص ۶۷-۶۹

۵۰۔ ابراہیم ۱۴ : ۸

۵۱۔ تذکرہ طبع سوم ص ۶۳۶

۵۲۔ دیوان غالب مطبوعہ مکتبہ جدید لاہور ۱۹۶۰ء۔ ص ۴۷

۵۳۔ البقرہ ۲ : ۲۸۷۔ تفسیر دُرِ منثور جلد ۱ ص ۳۷۶